شاہی مسجد لاہور کی تعمیر کا سہرا چندر گپت موریہ کے سر باندھے۔ اب تو یہ خطرہ ہے کہ (خاکم بدہن) وہ کعبۃ اللہ اور مسجد نبویؐ پر دعویٰ نہ کر بیٹھیں۔

ہر قوم کو اپنی تہذیب کی ترقی اور تمدن کے عروج کے لئے جدوجہد کا حق حاصل ہے۔ ہم ہندو قوم کا بھی یہ حق مانتے ہیں۔ مسلمانوں نے کبھی ان سے مندروں کو مسمار کر کے مسجدیں تعمیر کرنے کا مطالبہ نہیں کیا۔ لیکن وہ مذہبی جنون میں مسلمانوں کے ملّی آثار کو مٹانے اور اسلامی شعائر کو بگاڑنے پر تلے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ بھارت کا مسلمان آج اس خوف میں مبتلا نظر آتا ہے کہ اگر مساجد کو مندروں میں بدلنے کا یہ سلسلہ شروع ہو گیا تو کہیں نہ رک سکے گا۔ پندرہ کروڑ مسلمان اپنے ملّی تشخص اور دینی وجود کی حفاظت کے لئے ستر کروڑ ہندوؤں میں گھر گئے ہیں یہ دنیا بھر کے مسلمانوں کا ملّی فریضہ ہے کہ وہ بھارتی مسلمانوں کی مدد کریں۔

---

(۲)

مقبوضہ کشمیر میں حالیہ فسادات کی آگ اس وقت بھڑکی جب جی ایم شاہ حکومت نے جموں کے سول سیکرٹریٹ میں واقع ایک مسجد کو مندر میں بدلنے کی منظوری دے دی۔ اس پر بابری مسجد کے سانحے نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ واقعات کے مطابق جموں شہر جو ریاست کا سرمائی صدر مقام ہے۔ سردیوں کے ایام میں سری نگر سے سرکاری دفاتر اور ملازمین یہاں منتقل ہو جاتے ہیں۔ حکومت نے مسلمان ملازمین کے اس مطالبے پر کہ نماز باجماعت کے لئے مسجد تعمیر کی جائے عمارت کا ایک حصہ نماز کے لیے مخصوص کر دیا تھا۔ اس پر ہندوؤں نے شور مچایا کہ مسجد کی جگہ ایک مندر کا حصہ ہے جو اس سے پہلے یہاں موجود تھا لہٰذا مسجد ہٹائی جائے۔ شاہ حکومت نے فساد کے ڈر سے ہندوؤں کا یہ ناجائز مطالبہ فوری طور پر مان لیا۔ مسجد میں نمازیوں کو جانے سے روک کر وہ مقام ہندو انتہا پسندوں کے حوالے کر دیا۔ جموں اور کشمیر کے طول و عرض میں غم و غصے کی لہر دوڑ گئی۔ ادھر اجودھیا میں بابری مسجد کا سانحہ پیش آگیا۔ وادی کشمیر کے

مسلمانوں نے قدرتی طور پہ اس پر بھی اپنے ردِ عمل کا اظہار کیا۔ آغاز احتجاجی مظاہروں سے ہوا پھر ہندو انتہا پسند تنظیم شیو سینا بھی میدان میں اتر آئی۔ مسلمانوں کے جلوسوں میں چھرے گھونپنے کے واقعات پیش آئے۔ ہندو انتہا پسندوں کی جارحیت کا یہ عالم تھا کہ وہ اپنے جلوسوں میں یہ نعرہ لگاتے پھرے:

"ہند میں رہنا ہے تو بندے ماترم کہنا ہوگا"

مسجدوں کو مندر بنانے کے سانحوں کے خلاف اور ہندوؤں کی اشتعال انگیزیوں کے خلاف مسلمانوں کے جذبے بھی بے لگام ہو کر رہے۔ سری نگر، جموں، بارہ مولا، اسلام آباد سوپور اور بیسیوں دوسرے شہروں اور قصبوں میں لاکھوں فرزندانِ توحید نے "اللہ اکبر" کے پرچموں اور نعروں کے ساتھ اپنے جذبات کا اظہار کیا۔ پولیس کی وحشیانہ فائرنگ، پکڑ دھکڑ اور مار دھاڑ سے پوری وادی لرزنے لگی۔ جموں میں پچاس سے زیادہ مسلمان پولیس کی لاٹھیوں اور گولیوں سے زخمی ہوئے۔ سری نگر میں ایک سو سے زیادہ افراد زخمی ہوئے۔ اکثریت کو گولیوں کے زخم آئے۔ مسلمانوں کی املاک جلائی گئیں۔ ترہگام میں سٹڈی سرکل کے ایک دفتر میں چھ ہزار سے زیادہ کتابیں جلائی گئیں۔ پولیس نے راہ چلتے پرامن لوگوں پر لاٹھیاں برسائیں۔ مکانوں کے اندر گھس کر چھوٹے چھوٹے لڑکوں کو مارا پیٹا گیا اور خواتین کی بے حرمتی کی گئی۔ کرفیو لگ گیا، گولیاں چلیں، مگر عوام کا احتجاج نہ تھما۔

ان ہنگاموں کی پوری ذمے داری متعصب ہندو تنظیموں پہ عائد ہوتی تھی، مگر حکومت نے حسبِ سابق جماعت اسلامی کو نشانۂ ستم بنایا۔ چند روز کے اندر اندر جماعت اسلامی کے ڈیڑھ سو سے زیادہ کارکنوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ جیلوں میں جماعت کے کارکنوں سے انتہائی شرمناک سلوک روا رکھا گیا۔ پہلے دس گھنٹے تک کھانا پینا تو کیا نماز ادا کرنے کی اجازت دی گئی، نہ وضو کے لئے پانی فراہم کیا گیا۔ جماعت کے ان نو گرفتاروں کے علاوہ پچاس کے قریب کارکن اور قائدین پہلے ہی کشمیر کی مختلف جیلوں میں موجود تھے۔ ان حضرات کے ساتھ "نوازش" کا معاملہ اس طرح ہے کہ جونہی پہلی نظر بندی کی معیاد ختم ہوتی ہے جیل کے حکام انہیں رہائی کے پروانے دے کر جیل کے دروازوں تک لاتے ہیں اور پھر نظر بندی کے نئے احکام پر دستخط لے کر واپس انہی

سیلوں میں پہنچا دیتے ہیں ان میں وہ بھی ہیں جو شدید بیمار ہیں اور جیل میں انہیں علاج کی سہولتیں تک فراہم نہیں کی جاتیں۔

جماعت اسلامی پہ اس عتاب کے باوجود کشمیر کے ہندو گورنر جگ موہن کو اطمینان نہ تھا چنانچہ انہوں نے مرکزی حکومت کو حال ہی میں جو خط لکھا ہے اس میں جی ایم شاہ حکومت پر یہ الزام عائد کیا گیا ہے کہ وہ جماعت اسلامی اور دوسرے پاکستان دوست عناصر کو نواز رہی ہے جگ موہن نے اپنے خط میں یہ بھی لکھا کہ جماعت مقبوضہ کشمیر میں "نیا اسلام" پیش کر رہی ہے۔ وہ عرسوں، پیروں، فقیروں اور درویشوں کی مخالف ہے لہٰذا اس پہ پابندی عائد کرنا ضروری ہے۔ ہندو گورنر نے "اسلام دوستی" کا ثبوت دیتے ہوئے نہ صرف جماعت اسلامی پہ پابندی لگانے کی سفارش کی، بلکہ جی ایم شاہ کو "جماعت نوازی" کے الزام میں برخاست بھی کر دیا۔ یونائیٹڈ پریس آف انڈیا کے مطابق کشمیر کے گورنر نے جی ایم شاہ وزارت توڑنے سے پہلے وادی میں امن و امان کی صورت حال پہ بے حد تشویش کا اظہار کرتے ہوئے مرکز کو لکھا کہ پاکستان دوست عناصر پولیس اور گورنمنٹ سروسز میں داخل ہو گئے ہیں۔

توقع کے عین مطابق ۷ مارچ کو گورنر کشمیر نے جی ایم شاہ کی حکومت توڑنے اور اسمبلی کو معطل کرنے کا اعلان کیا۔ اس سے پہلے ڈاکٹر فاروق اپنے بہنوئی (جی ایم شاہ) کی شکایت لے کر دہلی جا چکے تھے۔ راجیو گاندھی سے ملاقات کے بعد ان کا یہ اعلان کہ مقبوضہ کشمیر میں امن و قانون کی مشینری ناکام ہو گئی ہے معنی خیز تھا۔ شائد شاہ صاحب بھی حالات کی رفتار کو پڑھ رہے تھے کہ ادھر ان کی حکومت کی تحلیل کا اعلان ہوا ادھر انہوں نے اپنی پارٹی سمیت ڈاکٹر فاروق کی نیشنل کانفرنس میں ضم ہونے کا اعلان کر دیا۔ جی ایم شاہ اور ڈاکٹر فاروق میں سیاسی اختلافات کے باوجود ایک قدرِ مشترک ہے کہ دونوں اقتدار کے بھوکے ہیں۔ جی ایم شاہ ہر قیمت پہ اقتدار کی دیوی کے چرنوں میں رہنا چاہتے ہیں، مگر فاروق عبداللہ نے انہیں شریکِ اقتدار کرنے کی ہر امید منقطع کرتے ہوئے صاف کہہ دیا کہ بھگوڑوں کے لئے ان کی پارٹی میں کوئی جگہ نہیں ہے۔

مقبوضہ وادئ کشمیر کی تازہ ترین صورتحال یہ ہے کہ ہزاروں فرزندانِ توحید جیلوں میں ہیں اور

..شیخ عبداللہ کے ہونہار سپوت" ایک بار پھر کٹھ پتلی حکومت کے سربراہ بن کر کشمیر کے منظر پر ابھرنے والے ہیں۔ مرکز سے ان کے حالیہ رابطے اسمبلی میں ان کی پارٹی پوزیشن اور نئے انتخابات کی صورت میں کامیابی کے قوی امکانات اس کا صاف پتہ دیتے ہیں۔ لیکن ڈاکٹر فاروق کے برسراقتدار آنے سے بھی کشمیر کی قسمت نہیں سنورے گی۔ بھارتی حکومت اٹھا کر گرانے اور گرا کر اٹھانے کی پالیسی کے ذریعے مطلوبہ اور من پسند نتائج حاصل کرنے میں پوری طرح کامیاب ہو رہی ہے۔ ایک وفاشعار خادم کو دھتکارنے اور دوسرے کو چمکارنے سے غرض یہ ہے کہ نیا آنے والا کشمیری مسلمانوں پر زیادہ جوش و خروش سے تشدد کرے اسلام پر نئی پابندیاں عائد کرے اور جماعت اسلامی، سٹڈی سرکل، پیپلز لیگ اور دوسری اسلام دوست تنظیموں پر مزید عرصۂ حیات تنگ کرے۔ ڈاکٹر فاروق کے ماضی کے کارناموں کو نگاہ میں رکھیں، تو ان سے بھی یہی امید کی جا سکتی ہے۔

ترکی میں نئے قانون کا نفاذ

ترکی کی سرکاری پارٹی " مدر لینڈ" نے پارلیمان میں خدا اور رسول کی توہین پر پابندی عاید کرنے کا بل پیش کر کے منظور کرا لیا۔ آئندہ ترکیہ میں کسی شخص کو اجازت نہ ہوگی کہ وہ اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے خلاف توہین آمیز الفاظ کہہ سکے۔ ایسی جرأت کرنے والوں کو ایک سال تک قید کی سزا دی جا سکے گی۔ اگر اسلامی تحریک کی طرف سے اس قانون کے اجرا پر کسی گرمجوشی کا اظہار نہیں کیا گیا، تو اس وجہ سے کہ وہ زیادہ سخت سزاؤں کا مطالبہ کرتے ہیں اور لادین عدالتوں کی موجودگی میں اس قانون کے نفاذ کے بارے میں پُر امید نہیں، لیکن دہریت زدہ ماحول میں اس قانون کے نفاذ کو تازہ ہوا کا جھونکا ضرور کہا جا رہا ہے۔